امنِ عالم اور مسلم اجتماعی اداروں کا کردار

ڈاکٹر اشتیاق احمد گوندل*

Speaking about peace is always common throughout history.Though all the significant religions of world claim to make this planet peaceful but it is proved fact that absolute peace was never feasible.Mankind witnessed wars in all the periods of history and in present era world is in state of war again.This war is between religion and secularism.Secularism is driving force of the globe and Islam is being considered threat and rest of the world religions are playing passive role.Is it just communication gap or Muslims are real threat to world peace?This paper is an attempt to study Islamic approach and Muslim response to efforts being claimed to ensure peace.As a code of life Islam focus on equality,peacefulness,unity and contentment then what goes wrong with Muslim world in 21st century.Either Muslims fail to reflect real face of Islam or they are being misunderstood.For last few decades Muslims established variety of institutions to promote peace,love and harmony but strategy designed was to what extend productive and purposeful needs analytical study which is the main objective of this article-

اسلام اور اجتماعیت

علومِ اسلامیہ کا ہر طالبعلم جانتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کے لیے ہے جیسا کہ قرآن نے امتِ مسلمہ کو بہترین امت قرار دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔[1]

(مسلمانو) تم بہترین امت ہو جنہیں لوگوں (کی اصلاح وہدایت) کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

اسی طرح قرآن نے اپنا تعارف " هُدًى لِّلنَّاسِ "[2] اور مالکِ کائنات کا تعارف " قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ "[3] کروایا ہے۔ لہذا اسلام کا یہ آفاقی تعارف مسلمان کی نگاہ کو بلند کرتا ہے۔ نگاہ کی یہ بلندی مسلمانوں کو نسل، رنگ، قوم اور علاقے میں محدود رہنے کی بجائے کرہٗ

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کی قیادت کا درس دیتی ہے جیسا کہ فرمایا گیا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔ [4]

ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہو جائیں۔

علومِ اسلامیہ کے بنیادی ماخذ مسلمانوں کو انفرادی کی بجائے اجتماعی زندگی کی ترغیب دیتے ہیں مثلاً:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا۔ [5]

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم باہم پہچان سکو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ [6]

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں مت پڑو۔

احادیث میں بھی اجتماعیت پر زور دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

عليكم بالجماعة واياكم والفرقة۔ [7]

یعنی جماعت میں شمولیت تم پر لازم ہے اور فرقوں سے بچو۔

نبی ﷺ نے مزید فرمایا:

امركم بخمس الله أمرني بهن۔ السمع والطاعة والجهاد والهجرة والجماعة، فانه من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه۔ [8]

میں حکم کرتا ہوں تم کو پانچ باتوں کا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے مجھ کو اول بات سننا ہے دوسری کہا ماننا حاکم کا یعنی جو خلاف اللہ حکم نہ کرے تیسرے جہاد چوتھے ہجرت پانچویں التزام جماعت مسلمین کا اس لیے کہ جو جدا ہوا جماعت سے ایک بالشت کے برابر اس نے نکال دی رسی اسلام کی اپنی گردن سے مگر یہ کہ پھر آجائے جماعت کی طرف۔

اجتماعیت سے لاتعلقی فرد کو اسلام سے بھی دور کر سکتی ہے۔

من فارق الجماعة شبراً فمات الا مات میتة جاهلیة۔[9]

یعنی جو کوئی بالشت برابر بھی جماعت سے جدا ہو گیا اور اسی حال میں مرا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

حضورؐ نے مسلمانوں کی اجتماعیت میں انتشار ڈالنے والے کی مذمت کی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

فمن أراد أن یفرق أمر هذه الأمة، وهی جمیع فاضربوه بالسیف۔[10]

یعنی جو اس امت کے معاملات میں تفرقہ پیدا کرنے کا ارادہ کرے جبکہ یہ امت اکٹھی ہے تو اس کو تلوار سے مارو۔

ارکانِ اسلام میں شامل عبادات مسلمانوں کو ایک جماعت، تنظیم اور حزب بناتی ہیں۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق مسلمانوں کی بقا اجتماعیت سے ہی وابستہ ہے۔

یدالله علی الجماعة فاذا شذ الشاذ منهم اختطفه، الشیطان کما یختطف الذئب الشاة من الغنم۔[11]

یعنی جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے پس جب کوئی علیحدہ ہونے والا جماعت سے علیحدہ ہوتا ہے تو شیطان اس کو اُچک لے جاتا ہے جیسے بھیڑیا بکریوں میں سے علیحدہ بکری کو اُچک لے جاتا ہے۔

اسی تناظر میں مولانا صدر الدین اصلاحی لکھتے ہیں کہ کتاب و سنت پر جائزے کی ایک اچٹتی نظر بھی اس بات کا یقین دلا سکتی ہے کہ اسلامی نظامِ فکر و عمل سے اجتماعیت کو بے دخل نہیں رکھا گیا بلکہ اس کی اہمیت کا صاف صاف اعتراف کیا گیا اور اس کے تقاضوں کو واضح طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔[12]

اسلام کے تصورِ اجتماعیت میں دین اور دنیا کی ثنویت نہیں ہے جیسا کہ سرکارِ دو عالمؐ کی معروف دعا ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً۔[13]

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔

سید مودودیؒ اسی تصور کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ یہاں پوری دنیوی زندگی "مذہبی زندگی" ہے اور اس میں اعتقادات و عبادات سے لے کر تمدن و معاشرت اور سیاست و معیشت کے اصول و فروع تک ہر چیز ایک معنوی اور مقصدی ربط کے ساتھ مربوط ہے۔[14]

امنِ عالم اور اسلام کا قائدانہ کردار

عصرِ حاضر میں دنیا کی قیادت پر فائز مغربی تہذیب نے زمین کے ہر گوشے کو فساد اور انتشار سے بھر دیا ہے مگر پوری دیدہ دلیری اور چابکدستی سے "ملزم" بھی عالمِ اسلام کو ٹھہرا دیا ہے۔ پچھلے تین عشروں سے لاکھوں کی تعداد میں قتل کیے جانے والے مسلمانوں کی وارث امت مظلوم ہو کر بھی ظالم سے امن کی بھیک مانگ رہی ہے۔ اسلام کے فہم سے محروم ہو کر صرف دفاعی پوزیشن ہی اختیار نہیں کر چکی بلکہ ضعف کے عالم میں اسلام کو بھی ان کے سانچوں میں ڈھال کر اقوامِ متحدہ کے منافقانہ اور دہرے قانون سے ہم آہنگ کرنے کے لیے کوشاں ہے بقول شاعر

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ
اپنے خورشید پہ پھیلا دیے سائے ہم نے

حالانکہ اسلام صرف مسلمانوں کے ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کے تحفظ کا ضامن ہے۔

مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ۔[15]

جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔

جلیل القدر ناموں والے معبودِ حقیقی کی صفت " المومن "[16] کا مطلب ہی امنِ عالم کی ضمانت دینے والا ہے چنانچہ "المومن" کی صفت کے حامل معبود کے بندے ہی امن کے ترجمان ہیں یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان کو "امر بالمعروف و نہی عن المنکر"[17] کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، یہ عالمی قیادت کی ذمہ داری ہے کیونکہ للناس کا مطلب ہے سارے برّاعظموں اور ساری بستیوں میں مقیم اربوں انسان اسلام کی برکتوں اور فضیلتوں سے استفادہ کریں۔ تاہم سورۃ آل عمران کی آیت " كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ"[18] سے واضح ہے کہ اس عالمی مشن کی انجام دہی کے لیے امتِ مسلمہ کا غالب اور مقتدر ہونا ضروری ہے کیونکہ حکم بھی وہی دے سکتا ہے جس کے پاس اختیار اور اقتدار ہو۔

اس سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے کہ ریاست اور اس کے ادارے شر اور فساد کے نمائندے ہوں تو عوامی و معاشرتی سطح کی وعظ و تذکیر یا تلقین فساد کو روک سکتی ہے اس فساد کو روکنے اور امن کو یقینی بنانے کے لیے اسلامی ریاست ناگزیر ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے مدنی زندگی کا آغاز ہی اسلامی ریاست کے قیام سے کیا۔ ریاست کے بغیر داخلی و خارجی سطح پر نہ تو امن کا قیام ممکن ہے اور نہ ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کی ادائیگی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایمان اور عملِ صالح کے بعد اجتماعیت کی آخری اور درجہ کمال کو پہنچی ہوئی صورت اسلامی ریاست کو قرار دیا ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔[19]

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا حاکم بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو حاکم بنایا تھا جو ان سے پہلے تھا۔

اسلام کے اجتماعی کردار اور مسلمانوں کے قائدانہ مشن کے حوالے سے محمد اسد لکھتے ہیں:

> Every individual Muslim has to regard himself as personally responsible for all happenings around him, and to strive for the establishment of right and abolition of wrong at every time and in every direction.[20]

دنیوی امور میں اسلامی نظریہ حیات کی بنیاد پر امتِ مسلمہ کی ذمہ داری محض مسلمانوں کی فلاح نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک ایسے نظامِ حیات کو ممکن بنانا ہے جس میں ظلم کی بجائے عدل کی ضمانت مل سکے اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے اللہ کی طرف سے منتخب کردہ امت نہ تو غیر فعال ہو سکتی ہے اور نہ ہی کسی خاص جغرافیئے کی پابند بلکہ بقول اقبال "عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث"۔ دنیا بھر کے انسانوں کو عدلِ اجتماعی کی نعمت سے فیض یاب کرنے کے لیے مسلمانوں کے عزائم اور اہداف کو توسیع پسندانہ تو ہونا ہی چاہیئے مگر وحی کے نور سے محروم تہذیبوں اور اقوام کی طرح استعماری نہیں۔ محمد اسد لکھتے ہیں:

> This is the moral justification of the aggressive activism of Islam, a justification of the early Islamic conquests and of its so-called "imperialism". For Islam was "imperialist" if you insist on this term; but this kind of imperialism was

> not prompted by love of domination, it had nothing to do with economic or national selfishness, nothing with the greed to increase Muslim comforts at other peoples cost; nor has it meant the coercion of non-believers into the fold of Islam. It has only meant, as it means today, the construction of a worldly frame for the best possible spiritual development of man.[21]

خالق کائنات نے اپنی حکمت سے اس کائنات میں انسانی تاریخ کے ہر دور میں خیر اور شر کی کشمکش کا امکان رکھا ہے۔ انسانِ اوّل اور پیغمبرِ اوّل سیدنا آدم علیہ السلام کے اولین بیٹوں ہابیل اور قابیل کو ایک ہی طرح کا کردار اور مزاج نہیں دیا گیا اگر خیر اور شر کی کشمکش مطلوب نہ ہوتی تو دونوں بیٹے ہی ہابیل ہوتے اور ہدایت پر گامزن ہوتے مگر ہابیل اگر خیر کا نمائندہ بنا تو قابیل شر کا نمائندہ قرار پایا چنانچہ پوری انسانی تاریخ کشمکش سے عبارت بھی ہے اور یہ کشمکش جاری بھی رہنی ہے کیونکہ "مطلق امن" تو جنت کی نعمت ہے۔

عہدِ حاضر میں خیر و شر کی کشمکش

علومِ اسلامیہ کا مطالعہ اس امر کو واضح کر دیتا ہے کہ اسلام اگر محض ایک مذہب کے طور پر خیر کو غالب کرنے اور رکھنے کا عزم قرار نہ پائے تو غیر مسلم دنیا کے لیے اسلام اور مسلمان قابل قبول ہونے کا کچھ امکان ہو سکتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں اجتماعیت کا درجۂ کمال اسلامی ریاست ہے جیسا کہ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ مدینے کی ریاست کی بنیاد میثاقِ مدینہ ہے اور ڈاکٹر صاحب کا خیال ہے کہ دستورِ مملکت کو عام قوانین سے علیحدہ تحریری صورت میں لایا جانا اس کی نظیر باوجود بڑی کوشش کے مجھے عہدِ نبوی سے پہلے نہیں مل سکی ہے۔[22] ڈاکٹر حمید اللہ کی رائے ہے کہ اس دستاویز میں ایک جگہ لفظ "دین" بھی پایا گیا ہے اس لفظ میں بیک وقت مذہب اور حکومت دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ [23] اسی طرح سورۃ توبہ کی

آیت نمبر ۲۹ خیر وشر کے معرکے میں مسلمانوں کو لاتعلقی اور عافیت کے گوشے آباد کرنے کی بجائے غلبۂ دین کا مشن عطا کرتی ہے ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ
مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔[24]

ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

چنانچہ اگر تو عالمِ کفر اسلام کو مسلمانوں کے انفرادی رویے اور اجتماعی اداروں کی کارکردگی سے سمجھیں گے تو شاید ان کے جارحانہ عزائم میں کچھ کمی آجائے مگر ان کے ذہین سکالرز اور مستشرقین اسلام کا براہِ راست مطالعہ کرتے ہیں تھیالوجی اور تقابلِ ادیان ہو یا مکالمہ بین المذاہب سب عنوانات کے ذریعے وہ اس سے بے خبر نہیں رہ سکتے کہ اسلام کی چھپی ہوئی استعداد سے مسلمان غافل تو ہو سکتے ہیں مگر ہمیشہ کے لیے نہیں اور اگر مسلمانوں کو روکنے کی تدبیر نہ کی گئی تو مسلمانوں کا ایجنڈا قرآن وسنت کی روشنی میں مغلوب نہیں غالب ہونے کا ہے۔

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ
دیا تھا
سنا ہے قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو
گا

بدقسمتی سے مسلمانوں کے ہاں تو اشکال اور ابہام کی کئی صورتیں موجود ہیں مگر بیسویں صدی کے آخری عشروں اور اکیسویں صدی کے پہلے عشرے میں مسلمانوں کے

احوال اس امر پر شاہد ہیں کہ منظر صاف بھی ہے اور شفاف بھی۔ نوجوان صحافی شاہنواز فاروقی لکھتے ہیں:

اسلامی فکریات بھی سیاسی اسلام اور غیر سیاسی اسلام کی کوئی تفریق نہیں لیکن مغرب نے سیاسی اسلام اور غیر سیاسی اسلام کی اصطلاحیں وضع کیں اور تاثر دیا کہ اس کا مسئلہ سیاسی اسلام ہے غیر سیاسی اسلام نہیں لیکن یہ مغربی پروپیگنڈے کی پہلی قسط تھی۔ دوسری قسط میں بنیاد پرستی کا غوغا بلند ہوا اور کہا گیا کہ اصل مسئلہ تو بنیاد پرستی ہے ورنہ اسلام تو ایک بہت ہی اچھا مذہب ہے۔

تیسرے مرحلے پر اسلام کا جہادی ماڈل سامنے آیا اور کہا گیا کہ ہمیں تو اصل شکایت جہادی ماڈل سے ہے جو دہشت گردی کے ہم معنی ہے بعض لوگوں کو خوش فہمی لاحق تھی کہ مغرب کے لیے "تبلیغی ماڈل" پوری طرح سے قابلِ قبول ہے مگر پاکستان میں کرکٹ ٹیم کے حوالے سے جو کچھ سامنے آرہا ہے وہ راز نہیں، پی جے میر نے فرمایا کہ کرکٹ کے عالمی کپ میں ہم اس لیے ہارے کہ ہماری ٹیم ضرورت سے زیادہ مذہبی ہوگئی تھی۔ نذیر ناجی نے اس بات کو آگے بڑھایا ہے اور کہا ہے کہ ہماری ٹیم نہ اچھی کرکٹ کھیل سکی اور نہ ہی اس کی تبلیغی سرگرمیوں سے کوئی مسلمان ہو سکا یعنی نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ہوا۔ وطنِ عزیز میں آزاد ذہن اور فکر نایاب شے ہے چنانچہ کہنے والے بے چارے خود کچھ نہیں کہتے ان سے جو کہلوایا جاتا ہے وہ کہہ دیتے ہیں اور ان کے کہے سے معلوم ہو رہا ہے کہ مغرب اور ان کے مقامی ایجنٹوں کے لیے اسلام کا تبلیغی ماڈل بھی ایک حد سے زیادہ قابلِ قبول نہیں۔

کچھ احمقوں کا خیال ہے کہ اسلام کا صوفیانہ ماڈل مغرب اور اس کے ایجنٹوں کے لیے پسندیدہ ہے۔ لیکن مغرب کو صد فیصد لادین ماڈل تو قبول ہو سکتا ہے مگر درحقیقت تصوف تو ایک سینٹی میٹر بھی مغرب کے حلق سے نہیں اتر سکتا اس لیے کہ صوفیوں کی عظیم اکثریت جہاد سے وابستہ رہی ہے۔[25]

اقوامِ عالم کی قیادت کے مرتبے پر فائز مغربی تہذیب سے یہ توقع رکھنا کہ اس کے لیے اسلام قابل قبول ہو جائے کم فہمی بھی ہے اور کج فہمی بھی جبکہ وہ ہماری تاریخ سے بھی واقف ہیں اور ہمارے عالمی مشن اور ایجنڈے کے حوالے سے بھی باخبر ہیں۔ بیسویں صدی میں عالمِ اسلام کی سیاسی قیادت نے مغرب کے ایجنڈے کی بالعموم اطاعت کا حق ادا کیا ہے مگر مغرب راضی نہیں ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔

قرآنِ کریم اس سچائی کو اس طرح واضح کرتا ہے:

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ۔[26]

آپ سے یہود و نصاریٰ ہر گز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔

اسلام اور اجتماعی ادارے

جیسا کہ بیان کیا گیا اسلام فرد کو معاشرتی، معاشی اور سیاسی سطح پر نہ صرف اجتماعیت کا حصہ بناتا ہے بلکہ اجتماعی کردار کی ادائیگی کا داعیہ بھی پیدا کرتا ہے۔ اجتماعیت کے اسی تصور کے پس منظر میں مسلم معاشرے میں ادارے فطری طور پر تشکیل پاتے اور اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ مسلم معاشرے میں ان اداروں کی فہرست بنانا بہت مشکل ہے تاہم بنیادی طور پر دو طرح کے ادارے پائے جاتے ہیں۔

۱۔ نو آبادیاتی نظام کے زیرِ اثر اور مغربی تہذیب کی زیرِ قیادت تشکیل پانے والے ادارے

۲۔ روایتی ادارے

اقوامِ عالم کو درپیش عصری چیلنج کے حوالے سے مذکورہ بالا دونوں طرز کے اداروں کا کردار بالعموم باہم متصادم ہے جس کے باعث "امن" کی فاختہ مزید خطرات سے دوچار ہوتی چلی گئی ہے، جدید اداروں میں ریاستی ادارے پارلیمنٹ، انتظامیہ، عدلیہ، ذرائع ابلاغ، مغربی

طرز پر تشکیل پانے والی این جی اوز اور عالمِ اسلام کی سطح پر مسلمان ممالک کے باہمی ادارے اور تنظیمات شامل ہیں جبکہ روایتی اداروں میں خاندان، مسجد، مدرسہ، وقف کے ادارے، فلاحی کاموں میں مصروف تنظیمیں، ٹرسٹ اور انجمنیں شامل ہیں۔ جدید ادارے ہوں یا روایتی ادارے دونوں کی سمت اور شناخت میں الجھاؤ confusion نظر آتا ہے تاہم مغرب اپنی طاقتور تہذیب اور استعماری حکمتِ عملی کے ساتھ جب عالمِ اسلام کو اپنی ترجیحات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے تو خیر و شر کی کشمکش زور پکڑتی ہے۔ اگرچہ جدید ادارے بھی عالمِ اسلام میں مغرب کے مکمل ہمنوا نہیں بن سکے مگر روایتی اداروں نے حیرت کی حد تک سخت جانی کا ثبوت دیا ہے۔

تکبر صرف افراد میں نہیں بلکہ اقتدار کے نشے میں غالب تہذیبوں اور اقوام میں بھی آجاتا ہے لہذا آتش و آہن سے لیس استعماری طاقتیں اپنے عزائم کی راہ میں مزاحم مسلمان معاشروں پر آگ اور خون کی بارش برساتی ہیں تو امنِ عالم کیسے ہو سکتا ہے۔

امنِ عالم اور جدید ادارے

بیسویں صدی کے آغاز میں ملتِ اسلامیہ کا زوال خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے ساتھ ہی درجۂ کمال کو پہنچ گیا تھا مگر نصف صدی مکمل ہونے سے قبل ہی عالمِ اسلام استعمار سے آزاد ہونا شروع ہوا تو صدی کے اختتام تک ۵۰ سے زائد مسلم ممالک جدید دنیائے اسلام کے جغرافیئے پر اپنا پرچم لہرا رہے تھے مگر یہ پرچم پاکستان کے سوا زیادہ تر نسل، رنگ، زبان اور علاقے کے ترجمان تھے۔ سامراج سے سیاسی آزادی ملت کی نظریاتی اور فکری آزادی میں نہ بدل سکی بلکہ سیاسی قیادت مغرب کے ایجنڈے پر عمل پیرا رہی۔

سرِ آئینہ عکس ہے پسِ آئینہ کوئی اور ہے
میں خیال ہوں کسی اور کا مجھے سوچتا کوئی اور
ہے

سید ابوالحسن علی ندویؒ نے بجا طور پر تبصرہ کیا ہے کہ جہاں تک اسلامی ملکوں کے سربراہوں اور راہنماؤں کا تعلق ہے ان کو سمجھنا چاہیئے کہ اس اندھادھند تجدد، مغربیت اور تشکیک وانتشار سے خواہ وقتی طور پر ان کو اور ان کے جانشینوں کو فائدہ پہنچے، مجموعی طور پر ملت کو ایسا نقصان پہنچے گا اور اس کی جڑیں ایسی ہل جائیں گی کہ صدیوں تک اس کی تلافی نہیں ہوسکے گی ان قوموں میں اپنی ساری کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود وہ طاقتور جذبۂ ایمانی، اللہ کے نام پر ایثار و قربانی کی صلاحیت، اطاعت اور انقیاد کا ولولہ اور خلوص و محبت کی گرم جوشی پائی جاتی ہے جس سے دنیا کی تمام مادہ پرست قومیں محروم ہو چکی ہیں۔ اسلامی ملکوں کے یہ عوام اپنی قابلِ افسوس جہالت اور پسماندگی کے باوجود وہ بہترین موادِ خام ہیں جن سے بہترین انسانی نمونے اور ماڈل تیار کیے جاسکتے ہیں۔[27]

چنانچہ جدید ریاست کے اداروں کو مغرب نے اپنے مؤثر اور منظم نظامِ تعلیم سے فیض یاب تجدد پسندوں کے ذریعے اپنے نقشے کے مطابق ڈھال لیا مگر تمام مسلمان معاشروں میں عوام نہ ڈھل سکے۔

لہذا عوام اور سیاسی قیادت کی سوچ اور ترجیحات کے فرق نے ایک انتشار کو جنم دیا خاص طور پر نائن الیون کے واقعے کی آڑ میں امریکہ اسلام دشمن طاقتوں کو ساتھ ملا کر عالمِ اسلام پر چڑھ دوڑا تو اس انتشار کے باعث ریاستی ادارے پارلیمنٹ، فوج اور انتظامیہ استعمار کے حواری اور ترجمان بن گئے جبکہ کہیں عوام کو جہادی تحریکات کے ذریعے زبان ملی یا نہ ملی، اضطراب اور بے چینی کی لہر پھیلتی چلی گئی۔ ایک طرف جدید مغربی ترجیحات کے نظام نے عالمِ اسلام میں حق و باطل کے التباس اور تجدد پسندی کی بدتر مثالیں قائم کیں تو دوسری طرف جہادی سرگرمیوں کے لیے جواز مستحکم ہوتا چلا گیا مثال کے طور پر الازہر یونیورسٹی مصر کے زیرِ اہتمام جولائی ۱۹۹۷ء میں منعقدہ کانفرنس کے اعلامیے میں کہا گیا کہ مغرب کو جہاد سے

خوفزدہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ جہاد ایک ایسا دفاعی عمل ہے جو بین الاقوامی قانون سے ہم آہنگ ہے۔[28]

ایک طرف عالم اسلام میں معتبر سمجھے جانے والے جدید ادارے نے جہاد کی ایسی تعبیر کی کوشش کی جو مغرب کے لیے قابلِ قبول ہو تو دوسری طرف فلسطینی انتفاضہ کانفرنس تہران میں حماس اور حزب اللہ نے زور دیا کہ صرف مسلح جدوجہد سے ہی فلسطین آزاد ہو سکتا ہے۔[29]

مسلمان ممالک کے نمائندہ ادارے OIC کا کردار خاص طور پر قابلِ رحم حد تک غیر مؤثر ثابت ہوا۔ اکانومسٹ لندن نے اپنی ہفتہ وار اشاعت میں لکھا۔

> For most of its quarter-of-a century, the OIC has been an ineffective, Saudi led talking shop. But it is the nearest thing there is to a Muslim commonwealth, and it desperately wants to be spokes man, unifier and trouble shooter for the Islamic world.[30]

عالمِ اسلام پر پے درپے حوادث گزرے مگر OIC ایک خاموش تماشائی سے بڑھ کر کوئی بھی کردار ادا نہ کر سکی تاہم بہت سارے لوگوں کو اشکال میں مبتلا کرنے میں ہی کامیاب ہوئی۔ ۱۹۷۱ء میں سقوطِ مشرقی پاکستان کا حادثہ ہویا ۱۹۸۲ء میں لبنان پر اسرائیل کا حملہ، افغانستان میں روسی جارحیت ہو یا عراق میں امریکی ظلم، کسی بھی حادثے پر مسلمانوں کا اجتماعی ادارہ لاکھوں مسلمان مقتولین اور مظلوموں کو امن کا کوئی خواب بھی نہ دکھا سکا۔ دنیا بھر کے انسانوں کے لیے امن کی ضامن مسلمان امت کا قتلِ عام اتنی برق رفتاری سے کیا گیا کہ ایک خطے میں لاشیں تدفین کی منتظر ہی رہتیں تو دوسرے خطے میں آگ اور بارود کی نئی بارش شروع کر دی جاتی مگر جہاں تک عالمِ اسلام کے جدید اداروں کا تعلق ہے تو بقول شاعر

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ

سے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ

سے

سابق سفیر طیب صدیقی نے بڑا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا ہے:

> The OIC has failed to respond meaningfully to any of these crises or demonstrate any unity of thought and action apart from issuing high-sounding declarations at the end of each summit. Nothing was done to contain the crises or avert the tragedies. The OIC remained merely a silent spectator.[31]

مغربی دنیا میں اسلام دشمنی کو باقاعدہ ایک اصطلاح کے طور پر پہچانا گیا ہے اور وہ اسلام فوبیا Islamphobia ہے OIC نے اس حوالے سے اپریل ۲۰۱۰ء میں تفصیلی رپورٹ شائع کی ہے جس سے مسلمانوں کے جدید اجتماعی اداروں کے رخ اور کارکردگی کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

> We believe in engangement at all levels that would not be restricted to diplomats or political elite but involve all stakeholders including media, academia and the civil society.[32]

ایک طرف مغرب کی زبان میں مغرب کی اصطلاحات تھیں مغرب کے ساتھ مکالمے پر زور تھا تو دوسری طرف مغرب میں اسلام فوبیا کی لہر تند و تیز ہوتی چلی جارہی تھی اس صورتحال میں ریاستی ادارے، ریاستی کنٹرول میں چلنے والے ذرائع ابلاغ اور تجدد پسند مفکرین

انہی کو امن کی تلقین کر رہے تھے جن کے زخم بھی بڑھ رہے تھے اور ان سے خون بھی مسلسل بہہ رہا تھا۔

ظلم رہے اور امن بھی ہو
کیا ممکن ہے تم ہی کہو

مسلمان ریاستیں پچھلے ایک عشرے سے اپنے ہی معاشروں میں سرگرم فلاحی اداروں کو کچلنے کے لیے مغرب کی آلۂ کار بن گئیں۔ "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے عنوان کے تحت پاکستان میں دس کروڑ ڈالر ابتدائی طور پر مدارس کے نصاب کا از سر نو جائزہ لینے، مدرسوں پر کنٹرول مضبوط کرنے اور تدریس کے اوقات گھٹانے کے لیے دیے گئے اسی طرح سٹیٹ بنک نے حرکت المجاہدین اور الرشید ٹرسٹ کے اثاثے اور اکاؤنٹ منجمند کر دیئے۔[33]

عرب دنیا بالخصوص کویت اور سعودی عرب، مراکش اور کینیا، مسلمان افریقی ممالک، وسط ایشیاء کے مسلم معاشروں بالخصوص ازبکستان میں اسلامی فلاحی تنظیموں اور اداروں کے خلاف قانون سازی بھی کروائی گئی بلکہ ان کے اثاثے اور اکاؤنٹ منجمند کیے گئے وسائل کے سرچشموں کو خشک کیا گیا، مسلمانوں کے جدید ادارے مؤثر طریقے سے استعمال ہوئے۔ اس ساری مہم کا ایک ہمہ گیر جغرافیہ ہے جس میں نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر مسلمان مشق ستم بنے ہوئے ہیں۔

اس مہم کے نتیجے میں کس پر کیا گزری اس کا احاطہ کرنا تو ممکن نہیں تاہم چند نمایاں مظالم کا ذکر کیا جاتا ہے۔

- مساجد- مدارس اور اسلامک سینٹرز کی نگرانی
- سکارف اور میناروں پر پابندی
- قرآن حفظ کرانے اور دینی علوم کی تدریس پر پابندی

- رمضان میں افطار اور کھانا تقسیم کرنے سے بعض مقامات پر روکا گیا۔
- میڈیکل کیمپ، صاف پانی کی فراہمی، تعلیمی وظائف، گوشت کی تقسیم، سوشل سروس پر ناروا پابندیاں
- یہودی اور عیسائی فوج کے تعاون کے لیے لڑنے والوں کو شہید کیا گیا جبکہ اس ظلم کا راستہ روکنے والے دہشت گرد اور ہلاک شدگان قرار دیے گئے۔
- استعماری مقاصد کے تحت T.V چینلز شروع کروائے گئے جبکہ سچ کی ترجمانی پر الجزیرۃ چینل کے دفاتر پر بم باری کی گئی۔

روایتی اداروں کا کردار

عالمگیریت کے نام پر تہذیبی یلغار کے مقابلے میں روایتی ادارے اپنی اصل پر قائم تو نہ رہ سکے مگر مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا کے مصداق خاندان، مسجد، مکتب اور مدرسے کے ادارے مسلمانوں کے لیے پناہ گاہ بن گئے یہی وجہ ہے کہ مغربی ذرائع ابلاغ اور ان کی پیروی میں مسلمان ذرائع ابلاغ نے اپنی ساری توپوں کا رخ ان اداروں کی طرف کر لیا چنانچہ روایتی اداروں کا کردار سمٹتا چلا گیا۔ روایتی اداروں میں اسلام کو مذہب کے طور پر متعارف کروایا گیا تو معاشرتی سطح پر خاندان ہو یا مسجد اسلام کے ساتھ ایسا تصورِ امن اور عافیت وابستہ کر لیا گیا کہ جس کو کسی طرح بھی مکمل ضابطۂ حیات قرار نہیں دیا جا سکتا۔ قرآن پڑھانے، مسجد میں امامت کرانے، نکاح اور نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے تو مذہبی شخصیت درکار ہوتی ہے مگر مذہبی افراد کا کوئی سماجی یا سیاسی کردار بھی ہو سکتا ہے اس بات کا خیال تک نہیں آتا۔ روایتی سطح پر تصورِ دین کا حال اصلاح تو چاہتا ہے مگر علومِ نبوت کے وارث بھی اسی روایت کا تسلسل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان پر ہی دہشت گردی اور انتہا پسندی کے الزامات ہیں۔ ہفت روزہ اکانومسٹ نے لکھا ہے:

All religions produce extremists. Hindu zealots do terrible things in India and SriLanka; Christians commit atrocities in North Ireland. Islamic extremists tends to thrive in places where conventional politicians have failed, heroes are few and hope has vanished.[34]

جہاں ظلم اور استحصال ہو گا وہاں امن کی ضمانت نہیں دی جا سکتی عالمِ اسلام کے معاشرے اور عوام اپنی روایت اور تہذیب کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ عالمِ کفر نے سائنس، ٹیکنالوجی، بین الاقوامی اداروں اور مسلمانوں کے جدید اجتماعی اداروں کو کئی عشروں سے آزما کے دیکھ لیا ہے مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے کے مصداق استعماری ظلم کے خلاف نفرت بڑھتی چلی جا رہی ہے اور اس ظلم کو ظلم قرار دیے بغیر اور اس کا خاتمہ کیے بغیر مظلوموں سے پُر امن رہنے کی اپیل اپنے کریں یا غیر، غیر فطری اور غیر حقیقی ہے۔ اب تو اقوامِ عالم کا ظالم قائد امریکہ بھی پریشان ہے کہ سارے حربے آزمانے کے باوجود امریکہ کے خلاف نفرت میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ امریکی محکمہ دفاع کی شائع کردہ نومبر ۲۰۰۴ء کی رپورٹ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ مسلمان ہماری پالیسی اور حکمتِ عملی سے نفرت کرتے ہیں اور نفرت میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔

Opinion surveys conducted by Zogby International, the Pew Research Center, and the department of state Burean of intelligence and Research (INR) reveal widespread animosity toward the United States and its policies. A year and half after going to war in Iraq and Arab Muslim anger has intensified. Data from Zogby International in July 2004, for example show that the United States is viewed unfavourably by overwhelming majorities

in Egypt (98 percent), Saudi Arabia (94 percent), Morocco (88 percent) and Jordan (78 percent). The war has increased mistrust of America in Europe, weakend support for the war on terrorism and undermined United States credibility worldwide.[35]

خلاصۂ بحث

اقوامِ عالم کے مابین امن قائم کرنے کی ذمہ دار امتِ مسلمہ کو جھوٹے پروپیگنڈے سے نہ صرف حالتِ جنگ میں مبتلا کیا گیا ہے بلکہ چور مچائے شور کے مصداق عالمِ اسلام کے حکمرانوں اور لبرل مفکرین کو بھی ہمنوا بنالیا گیا ہے ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اپنے مقتولین اور مظلومین کے حق میں صدا بلند کرنے کی بجائے عالمِ اسلام کے ریاستی اور جدید ادارے ظالم عالمی اداروں اور سفاک استعماری طاقتوں کے ساتھ تعاون کرکے اپنے آپ کو امن دینے کے دھوکے میں مبتلا ہیں۔ حالات کی ستم ظریفی کا ایک دردناک پہلو یہ بھی ہے کہ اسلامی روایت اور تہذیب کے ساتھ جڑے ہوئے اسلام پسندوں کی کثیر تعداد بھی ظلم اور جہاد میں فرق نہیں کرپارہی بلکہ یاتو خاموش تماشائی ہے یا پھر مدافعانہ حکمتِ عملی سے زوال کو عروج سے بدلنا چاہتی ہے۔ تاہم انسانوں اور اقوام کو بہر حال قلیل مہلتِ عمل امتحان کے طور پر ہی عطا کی جاتی ہے۔ جھوٹ بے نقاب ہورہے ہیں آدم کرٹس (Adam Curtis) کی بنائی ہوئی تین گھنٹے کی فلم دی پاور آف نائٹ میئرز The Power of night mares میں ٹھوس دلائل سے بی بی سی نے ۲۰۰۵ء میں ثابت کیا کہ القاعدہ اور اس کی بین الاقوامی دہشت گردی کے بارے میں دنیا کو جو کچھ بتایا جارہا ہے اس میں سے بیشتر آدم کرٹس کے الفاظ میں محض خیال آرائی fantasy ہے جو سیاسی مقاصد کے لیے کئے گئے مبالغہ اور تحریف کا نتیجہ ہے۔[36]

سامراجی طاقتوں نے دنیا کو ظلم و ستم کی اندھیر نگری بنانے کے لیے اپنی منظم اور جارحانہ حکمتِ عملی سے ذرائع ابلاغ کے ذریعے بلا دلیل اور بلا ثبوت مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیا مگر ظالم اقوام کے اندھے معاشروں سے بھی انصاف اور عدل کی آوازیں اٹھ رہی ہیں یورپ میں دہشت گردی کے حوالے سے Eu Terrorism, Situation and Trend Report 2007 کی ویب سائٹ پر اعتراف کیا گیا ہے کہ ۲۰۰۶ء میں یورپ میں ۴۹۸ دہشت گردی کے واقعات ہوئے جبکہ صرف ایک میں مسلمان ملوث پائے گئے اور یہ حملہ بھی کامیاب نہ ہو سکا۔[37]

امر واقعہ یہ ہے کہ مغربی تہذیب اپنے ہاتھوں سے آپ ہی خود کشی کر کے اپنا انجام دیکھ رہی ہے دوسری طرف ان کے اہلِ دانش اور مفکرین نے یہ راز پالیا ہے کہ مستقبل اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ جناب حامد کمال الدین کا تجزیہ کرۂ ارض کی پشت پر جاری معرکہ خیر و شر کی تفہیم کے لیے قابلِ غور ہے۔

> کون نہیں جانتا بغضِ اسلام سے بھری ہوئی یہ قوتیں صرف جہادیوں کو مارنے نہیں آئیں یہ اس "اسلامی خطرے" کو ختم کرنے آئی ہیں جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، کہاں سے پھوٹ آئے، یہ صرف اپنے حال کو محفوظ بنانے نہیں آئیں بلکہ دراصل تو یہ اپنے اس مستقبل کو محفوظ کرنے آئی ہیں جس کے لیے عالمِ اسلام کا ہر وہ فرد خطرہ ہے جو خود چاہے کتنا ہی بے دین ہو مگر اس کی پشت سے ان نسلوں کے پیدا ہو جانے کا امکان ہے جو شرک اور ظلم کی اس عالمی سلطنت کا خاتمہ کر کے رہیں گی۔[38]

ظالمانہ سامراجی نظام آخری سانسیں لے رہا ہے اور چند ناتواں لوگ بے سروسامانی کے باوجود اس کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کی تیاری میں ہیں۔ قرآن کے عظیم الشان الفاظ میں ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ[39]

کئی بار تھوڑی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب رہی۔

حوالہ جات

1 - آل عمران، ۱۱۰

2 - البقرۃ، ۱۸۵

3 - الناس: ۱

4 - البقرۃ: ۱۴۳

5 - الحجرات: ۱۳

6 - آل عمران، ۱۰۲، ۱۰۳

7 - ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ (دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۴۲۰ھ – ۱۹۹۹ھ) رقم: ۲۱۶۵

8 - جامع الترمذی، ابواب الامثال، باب ماجاء (فی) مثل الصلاۃ والصیام والصدقۃ، رقم: ۲۸۶۳

9 - بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبیؐ سترون بعدی اُمورًا تنکرونھا (دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۴۱۹ھ – ۱۹۹۹م) رقم: ۷۰۵۴

10 - مسلم، ابن حجاج بن مسلم القشیری، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب حکم من فرق اُمر المسلمین وھو مجتمع (دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۴۲۱ھ – ۲۰۰۰م) رقم: ۴۷۹۶

[11] -طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ والنھی عن مفارقتھا وغیر ذلک، مرویات اسامہ بن شریک الثعلبی(داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۲) رقم:۴۸۹

[12] -صدرالدین، اصلاحی، اسلام اور اجتماعیت(اسلامک پبلیکیشنز، لاہور ۲۰۰۱ء)ص:۲۰

[13] -البقرۃ: ۲۰۱

[14] - سید مودودی، اسلامی ریاست(اسلامک پبلیکیشنز، لاہور۱۹۹۳ء) ص۴۶

[15] - المائدۃ:۳۲

[16] - الحشر:۲۳

[17] -آل عمران: ۱۱۰

[18] -آل عمران: ۱۱۰

[19] - النور:۵۵

[20] -Mohammad Asad, Islam at the cross roads, (Lahore) P:16

[21] - Ibid

[22] - ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبوی میں نظامِ حکمرانی(اردو اکیڈمی، کراچی۱۹۸۷ء) ص۷۳:

[23] - ایضاً، ص۹۶

[24] - التوبہ:۲۹

[25] - شاہنواز فاروقی، اسلام اور مغرب(سوسائٹی فار ریسرچ اینڈ ڈائیلاگ، کراچی، ۲۰۰۷ء) ص:۲۹۷-۲۹۸

[26] - البقرۃ:۱۲۰

[27] - سید ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش(مجلس نشریات اسلام، لاہور) ص۳۱۰

[28] - فیض احمد شہابی، مسلم دنیا، ادارہ معارف اسلامی، جنوری ۲۰۰۴ء، شمارہ ۷، ص: ۸۷ - ۸۸

[29] - ایضاً، ص: ۹۴

[30] Economist London, December 1997

[31] - Tayyab Siddiqui. http://www.defence.pk/forums/strategic-geopolitical-issues/36615-OIC-40years-failure.htm

[32] - Third OIC observatory report on Islamophobia, May 2009 to April 2010

[33] - ڈاکٹر ایم اے سلومی، دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے معصوم شکار، محمد یحییٰ خان (مترجم)، نگارشات، ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۷، ۱۲۸

[34] -Economist London, 29 May 1997

[35] -Science Board 2004, Summer study on Transition to and from the Hostilities. Department of Defence. P:96

[36] - http://en.wikipedia.org/wiki/The-power-of-nightmares

[37] - Eu Terrorism Situation and Trend Report 2007, P:3

[38] - حامد کمال الدین، رویہ زوال امیریکن ایمپائر (مطبوعات ایقاظ اچھرہ، لاہور) ص ۹۷، ۹۸

[39] - البقرۃ: ۲۴۹